ہماری بھی درخواستیں وقتاً فوقتاً منظور کی گئیں اور وظیفہ میں بھی قدرے اضافہ ہو گیا لیکن ہمارے اہل خاندان اور ان کے متوسلین کی ضروریات میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے یہی وجہ تھی کہ لارڈ امہرسٹ کو جو معروضات بھیجی گئی تھیں اور جب ان معروضات کا دو ٹوک جواب مل گیا تو عالم مایوسی میں ہم اس اپیل پر مجبور ہوئے شہنشاہ کی عرضداشت میں اولین مطالبہ وظیفہ میں اضافہ تھا۔

۱۸۰۵ء میں شاہ عالم اور گورنمنٹ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کا حوالہ دیتے ہوئے بادشاہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس کی پہلی دفعہ کی رو سے عطا کئے گئے محال کی آمدنی کی کل رقم ان کو ملنا چاہئے جو تقریباً بتیس لاکھ تھی اور اس کے متعلق جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں سر چارلس مٹکاف نے یہی کہا تھا کہ یہ وہی رقم ہے جو ۱۸۰۵ء میں گورنمنٹ نے طے کی تھی اس میں گورنمنٹ کے کل اخراجات مع فوج شامل تھے۔ مٹکاف نے یہی کہا تھا کہ گورنمنٹ کا معاہدہ کرنے والے فریقین کی ذمہ داری کے عین موافق تھا اور اس معاہدہ کی عدم تکمیل معاہدہ کی اہم شرائط سے روگردانی کی بین مثال ہے۔

گورنر جنرل لارڈ امہرسٹ نے پیشتر کے ایک مراسلہ میں یہ تسلیم کر لیا تھا کہ ابتداءً گورنمنٹ کا یہ منشا تھا کہ بادشاہ اور شاہی خاندان کی کفالت کے لئے چند مخصوص محال دہلی کے جنوب و مغرب میں مقرر کر دیئے جائیں لیکن اس تجویز پر عمل نہ کیا جا سکا۔ درحقیقت یہ جواب غلط تھا۔ بادشاہ نے اس امر پر زور دیا تھا کہ جب موعودہ محال کی آمدنی شاہی تمکنت کے کم و بیش زیادہ ثابت نہ ہوئی تو معاہدہ بالکل دوسری [illegible] سے مخصوص تعینات کئے گئے جو بادشاہ کے مرحوم باپ کے حضور میں کامل اطمینان [illegible] پیش کی گئیں لیکن جب یہ محال اصل رقم سے زیادہ ہو جاتے تھے گورنمنٹ اس خبر طیب

پوری طرح عمل کرنا ناموزوں سمجھتی تھی۔ اور منصبداروں کو ان محالوں سے ہٹا دیتی تھی علاوہ ازیں کمپنی کے متعدد قوانین متعلق مفتوحہ و محروسہ علاقہ جات میں بادشاہ کی حقیقت کا اعتراف ان محالوں کے محاصل کے متعلق واضح طور پر موجود تھا اس میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ معاوضہ مسلسل کئی سال سے تھا گورنمنٹ کا یہ دعویٰ تھا کہ لارڈ منٹو نے ۱۸۰۹ء میں جو فیصلہ کیا تھا اس کے بعد گورنمنٹ کے ماسبق ارادوں کی تنسیخ ہو جاتی ہے لیکن بادشاہ کی یہ دلیل تھی کہ یہ فیصلہ خود ہی ضمنی ہونے کے اعتبار سے بے اثر ہے اس کے علاوہ شاہی وظیفہ میں اضافہ کا دعویٰ محض افسانہ ہے۔ معاہدہ کی دوسری دفعات کی خلاف ورزی کا بھی حوالہ دیا گیا۔

المختصر بادشاہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس محال سے کل محاصل کا مستحق میں ہوں جو ابتداءً شاہی خاندان کی کفالت کے لئے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اور جس پر آنریبل کمپنی نے اس کے جائز مالک سے نکال کر خود قبضہ کر لیا ہے۔ شاہی خاندان کو جن رقوم سے محروم کر دیا گیا ان کو واپس کر دیا جائے اور ہم بادشاہ انگلستان سے اس بات کی ضمانت چاہتے ہیں کہ اس معاہدہ کی آئندہ سختی کے ساتھ پابندی کی جائے جس کی بنا پر شاہی وظیفہ کی اول رقم مقرر کر دی گئی ہے اور جس کی رو سے جمنا کے مغربی محال کے کل محاصل شاہی خاندان کے حصہ میں آتے ہیں بشرطیکہ یہ محاصل مقررہ اول رقم سے زائد ہوں۔ نیز صحیح رقم معلوم کرنے کے ذرائع کا فیصلہ ہمارا حق ہے

یہ بات انسانی طبیعت کے اندر داخل ہے کہ ایک فریق پر جو ظلم ہوا ہے اس کا خاتمہ کیا جائے اور دوسرے فریق کو اس کی نافرمانیوں کا مزہ دیا جائے لہٰذا ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ ہمارے حقوق کا فیصلہ کر دیا جائے تاکہ امور متعلقہ کا انتظام ہمارے

ذمہ ہے۔ یا یا صورت ہم کو ایک رقم ماہانہ ملے۔ موخرالذکر صورت میں محال کی کل آمدنی کو
معیار قرار دیا جائے۔ اگر وہ تیس لاکھ سے کم نہ ہو تو ہم معاہدہ کی دفعات کی رو سے
اپنے جملہ مطالبات کو تیس لاکھ سالانہ کی مقرر کردہ رقم کے بدلے نظرانداز کر دیں گے۔ ان
باتوں کے علاوہ بادشاہ نے اس کا بھی یقین دلایا کہ حکام کے دل میں اگر یہ خدشہ ہو کہ
شاید ہم کسی معاندانہ مقصد کے لئے روپیہ جمع کر رہے ہیں تو اس کے دفعیہ کے لیے ہم
مقررہ رقم خزانہ شاہی میں رکھیں گے۔

بادشاہ کی دوسری شکایت مراسلات کے القاب میں تبدیلی کے متعلق تھی۔
بادشاہ کی شکایات بالکل حکومت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شکایات متعلقہ وظیفہ شاہی
کے جواب میں انھوں نے سر چارلس مٹکاف کے متذکرہ بالا خیالات کا صرف حوالہ دینا
ہی کافی سمجھا۔ آداب و القاب کو اختیار کرنے کی وجہ گورنمنٹ نے یہ بتائی کہ لارڈ
ہسٹنگز کے عہد میں گورنمنٹ کی مہر میں گورنر جنرل کا لقب فدوی خاص شہنشاہ دہلی تھا
جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ گورنمنٹ بہ حیثیت رعایا اپنے آقا کو خطاب کرتی ہے اس
لئے ایک نئی مہر کندہ کی گئی جس میں سے فدوی خاص کا لفظ اڑا دیا گیا اور مراسلات
بند کر دئے گئے کیونکہ مارکوس آف ہسٹنگز نے بادشاہ سے مل کے اور مباحثہ کی بجائے
مراسلات کا بند کر دینا ہی بہتر سمجھا تاکہ بادشاہ سے مزید تلخی کی نوبت نہ آئے۔

معاملات [illegible] تک اسی حالت میں رہے جب کہ لارڈ امہرسٹ کو سرزمین
کو ملاحظہ کرنے کا موقع ملا۔ یہ ہم پہلے دیکھ ہی چکے ہیں کہ بادشاہ سے مراسلات بند کر دینے
کو بھی غلطی سمجھا تھا اس لئے لارڈ امہرسٹ بادشاہ کے اس خیال کو دور کرنے کے
موقع کے منتظر تھے جب گورنر جنرل نے مغربی صوبہ جات کا دورہ کیا تو بادشاہ سے

ان سے ملنے کے خواہشمند تھے۔ چنانچہ ملاقات ہوئی۔ لارڈ امرہسٹ کو یقین تھا کہ اس ملاقات کو جو حیثیت دی گئی ہے وہ بادشاہ کے ساتھ قطع مراسلت کی تجدید کا بہترین موقع ہے لیکن ان کل باتوں کے بعد گورنمنٹ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ شہنشاہ کی شکایات ہی جزو اعظم قرار دیا گیا تھا گورنمنٹ نے اپنا فیصلہ ریذیڈنٹ کے ذریعہ بادشاہ کو بھیجا جس میں یہ معلوم کیا گیا تھا کہ بادشاہ سلامت نے کس بنا پر اس کو اپنی توہین قرار دیا ہے۔

بادشاہ نے وجوہ بتائے اور کہا کہ باریابی کے آداب شاہی میں ترمیم ہم نے اس خوف سے منظور کر لی ہے کہ مبادا بُرے نتائج رونما ہوں۔ جیسا کہ لارڈ ہیسٹنگز کے ساتھ پیش آئے تھے۔

بادشاہ کو یہ بھی امید تھی کہ لارڈ امرہسٹ کی خواہشات کو پورا کرنے سے بادشاہ کی امیدیں برآئیں گی۔ اس معاملہ میں ان کو سخت مایوسی ہوئی تھی۔

راجہ رام موہن رائے کے انگلستان کے سفر پر مختلف گوشوں سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی تھی اخبار "جان بل" نے ایک مضمون شائع کیا جس میں لکھا گیا کہ جو دستاویزات وہ انگلستان لے جا رہے ہیں سرکاری دفاتر سے رشوت دے کر حاصل کی گئی ہیں۔ جب راجہ رام موہن رائے کے علم میں آیا تو انھوں نے بھی گورنمنٹ سے احتجاج کیا اور اس معاملہ پر تحقیقات کا مطالبہ کیا اور انھوں نے یہ جتلا دیا کہ رشوت کا معاملہ بالکل بے بنیاد ہے۔ دہلی کے ریذیڈنٹ کو گورنمنٹ نے تحقیقات کے لئے ہدایات کیں جس کی رپورٹ میں ریذیڈنٹ راجہ رام موہن رائے پر کچھ ثابت نہ کر سکا اور اس سے رام موہن کا کردار اور بلند ہو گیا گورنمنٹ نے عدالت ڈائرکٹران میں اپنی رپورٹ بھیجی۔

چند روز کے بعد شاہی کے ولی عہد نے اپنے بھائی سلیم اور اپنے دربار کے چند امراء کی اس کے خلاف سازش کی شکایت کی جس میں رام موہن رائے کا بھی نام تھا شہزادہ نے گورنمنٹ کو لکھا کہ افضل بیگ نے کلکتہ پہنچتے ہی اپنی بد طینتی کا ثبوت پیش کیا اور ایک بنگالی راجہ رام موہن رائے سے اپنی پینگیں بڑھانی شروع کر دیں اس نے شہنشاہ کو اطلاع بھیجی کہ راجہ رام موہن رائے۔ دبیر الدولہ۔ خواجہ فرید الدین خاں مرحوم کا دوست تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دبیر الدولہ کی حیات میں میں نے کبھی رام موہن رائے کا نام نہیں سنا اور نہ ان عرضیوں میں اس کا کبھی کوئی ذکر آیا جو دبیر الدولہ نے شہنشاہ کی خدمت میں گذاریں۔ اس لئے لازمی افضل بیگ نے جو خط دبیر الدولہ کی طرف سے منسوب کیا وہ خط دراصل جعلی تھا۔ یہ جعلسازی مرزا سلیم کے علم سے سوہن لعل۔ افضل بیگ اور رام موہن نے کی ہے۔ شہزادہ کے دل میں ان شبہات کا پیدا ہونا محل کے سازشی لوگوں سے کچھ بعید نہ تھا لیکن راجہ رام موہن کے متعلق شاہزادہ کے شبہات صرف فرضی تھے جن کا ثبوت بعد کے واقعات سے مل گیا۔ اس اثنا میں راجہ رام موہن رائے کو اس کی اطلاع مل گئی اور انھوں نے ایک خود دارانہ خط شاہزادہ کو لکھا جس میں انھوں نے اس بے بنیاد الزام پر مذمت کی۔ شاہزادہ کو راجہ رام موہن رائے کا یہ غیر متوقع طرز عمل سخت ناگوار گذرا اور انھوں نے گورنمنٹ سے شکایت کی۔

بہرحال اپنے کردار کی صفائی کے بعد راجہ رام موہن رائے جہاز "البنی" پر ۱۹ نومبر ۱۸۳۰ء کو انگلستان روانہ ہوئے۔ لارڈ ولیم بینٹنگ کو اپنے الوداعی خط میں انھوں نے لکھا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ گذشتہ سیکریٹری مسٹر سٹرلنگ کی چٹھی مورخہ

۱۵ جنوری ۱۸۳۰ء اور دیگر وجوہ کی بنا پر میں عدالت ڈائرکٹران کے سامنے بحیثیت شہنشاہ اکبر ثانی کے سفیر کے نہیں جاؤں گا بلکہ ایک نجی حیثیت سے میں مطمئن ہوں کہ اپنی ذات کو اس خصوصی نوعیت سے علیحدہ رکھ کر جہاں پناہ کی خدمت اور جاں نثاری کے جو جذبات میں لے کر جا رہا ہوں اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی یہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ میری خدمات کو جن سیاسی شکوک اور رقابتوں کا خطرہ لاحق ہوتا ہے میں ان سے بری ہوں اور اس طرح کامیابی کا امکان امید قوی ہو جائے گا۔

۱۸ اپریل ۱۸۳۱ء کو راجہ رام موہن رائے نے انگلستان کے ساحل پر قدم رکھا ان کی موجودگی سے انگلستان کے بلند خیال لوگوں کے دلوں میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی بیان کیا جاتا ہے کہ وزراء سلطنت نے شہنشاہ کے سفیر کی حیثیت سے ان کا استقبال کیا عدالت ڈائرکٹران کے ارکان نے راجہ رام موہن رائے کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی بڑی تواضع کی راجہ رام موہن نے اپنی عرضداشت کو ڈائرکٹران اور بورڈ آف کنٹرول دونوں کی خدمت میں پیش کیا۔ کچھ عرصہ تک گفت و شنید ہوتی رہی چونکہ ارباب حل و عقد دوسرے امور میں منہمک تھے اس لئے عرصہ تک اس معاملہ کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ کورٹ آف ڈائرکٹران کا فیصلہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل ۱۲ فروری ۱۸۳۲ء کو بھیج دیا گیا۔ شہنشاہ دہلی ابو ظفر بہادر نے بعد غور و خوض کے کورٹ کو لکھا

ہماری یہ ہرگز منشا نہیں کہ ہم ان مختلف نکات کو زیر بحث لائیں جو اس مسئلہ کی تحریک کے سلسلہ میں پیدا ہوئے ہیں اور ایک حق بجانب اور اطمینان بخش فیصلے کے راہ میں حائل ہیں اور انھوں نے ۳ لاکھ روپیہ سالانہ کے اضافہ کو اس شرط پر منظور کر لیا کہ شہنشاہ دہلی کے ہر قسم کے دعوے اس کے بعد ختم ہو جائیں۔ اس اضافہ کی تقسیم

کا اظہار گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کے فیصلے پر چھوڑ دیا گیا لیکن دوسرا مسئلہ بادشاہ کے آداب و القاب سے متعلق تھا اس پر کورٹ نے بالکل سکوت اختیار کیا ——

جب کورٹ کے فیصلے کی اطلاع گورنر جنرل کے ایجنٹ متعینہ دہلی کو فوراً بھیج دی گئی تاکہ وہ بادشاہ کو مطلع کر دیں اگر وہ اس فیصلہ کو منظور کر لیں تو اپنی منظوری کے سلسلے میں ایک راضی نامہ لکھ دیں۔ ایجنٹ کو یہ ہدایت کی گئی کہ اضافہ کی رقم کو خاندان شاہی کے اراکین کے درمیان تقسیم کرنے کی مناسب تجویز اور طریقوں کے متعلق تجاویز بھیجے اور اراکان شاہی کی فہرست مرتب کرنے کا حکم دیا گیا۔

کورٹ کا فیصلہ اکبر شاہ ثانی کو پسند نہ آیا انھوں نے اپنی رائے کا اظہار کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان کو راجہ رام موہن رائے کے بیانات کا انتظار تھا جن کی کوششوں کا نتیجہ اس فیصلہ سے مختلف ہونے کی امید تھی۔ مگر گورنمنٹ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بادشاہ سلامت اضافہ سے انکار کر رہے ہیں اور اس لئے یہ اطلاع کورٹ کو بھیج دی گئی۔ اسی اثنا میں بادشاہ کو راجہ رام موہن رائے کا مراسلہ ملا۔ جس میں بادشاہ کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ جو کچھ ان کو دیا گیا ہے نامنظور کر دیں۔ کیونکہ کورٹ کے فیصلے سے راجہ مطمئن نہ تھے

راجہ پارلیمنٹ کے سامنے اس مسئلہ کو رکھنا چاہتے تھے اور گمان تھا کہ وہ اضافہ کو بڑھوانے میں کامیاب ہو جائیں گے مگر راجہ خود موت کے دست ظلم کا شکار ہوا بادشاہ کی ساری مساعی پر یک لخت پانی پھر گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وسائل کا خاتمہ ہو چکا تھا اور قرض بڑھا ہوا تھا لیکن پھر بھی مجبوراً بادشاہ جاہ و جلال نے کورٹ کے فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا

کو مزید ہدایت کی کہ بادشاہ کی منظوری نیاز نامہ عطیہ کی غیر مشروط طور پر حاصل کرکے انگلستان بھیجدی جائے۔

بادشاہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اضافہ اس وقت سے دیا جائے جبکہ گورنمنٹ کو پہلی اطلاع موصول ہوئی تھی مگر جواب ملا کہ بغیر کورٹ کے حکم کے تعمیل نہیں کی جا سکتی

شہنشاہ کی منظوری موصول ہوئی کورٹ آف ڈائرکٹران کو اس کی اطلاع دیدی گئی اور اس کے احکام کا انتظار ہونے لگا اسی دوران میں بادشاہ کی غیر مشروط منظوری اور تحریری راضی نامہ کے بعد ان سے ایک فہرست خاندان شاہی کی طلب کی گئی جن کے لئے یہ اضافہ منظور کیا گیا تھا مگر لطف یہ کہ وہ بھی مسترد کر دی گئی البتہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ نے اپنی طرف سے ایک فہرست بھیجی جس میں بادشاہ اور ان کے شاہزادگان اور بیگمات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا یہ صورت بادشاہ سلامت کے نزدیک انتہائی نامنصفانہ تھی۔[1]

نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ نے اضافہ لینے سے قطعاً انکار کر دیا اور راضی نامہ کی واپسی چاہی اس سے پہلے بادشاہ نے گورنر جنرل کو اس فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے بمبئی راسد لکھا تھا لیکن بے سود معاملہ جہاں تھا وہیں رہا۔

وفات | جمعہ ۲۸ جمادی الآخر ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء کو بعمر ۸۲ سال لال قلعہ میں انتقال کیا۔

ان کے باپ کی طرح ان کی وفات پر بھی تینوں پر سید شہیداں سے ان کے اعزاز میں ۸۲ ضرب توپ سر کی گئیں۔

اکبر شاہ کے عہد کے انگریزی عہدیدار | ناظم الدولہ حسین صاحب بہادر ہر سال امراء کے دہلی کی

[1] دیباچہ بلبہ رام موہن رائے مترجمہ مولوی سراج الحق ایم اے - صفحہ

دعوت بڑے پیمانہ پر کرتے اس کے بعد محفل رقص و سرود برپا ہوتی کسی نے اس کے وصف میں کہا ہے

بلم لعل در لب اس سیاہ   نظرے کن درین چہ بار یکیست
بہر خلق است او چو آب حیات   آب حیواں درون تاریکیست

جنرل اختر لونی کا بڑا دور دورا تھا پالکی پر نکلتے تھے آگے نقیب بالفاظ دولت زیادہ نواب نامدار سلامت بلند آواز کے ساتھ ہوتا میں جگہ اترے تھے سوائے دولت شاد دشمن پائمال کی ہوتی تھی۔

مرشد اکبر شاہ ثانی

بیعت مولانا فخرالدین سے اکبر شاہ ثانی بیعت تھے

شجرۃ الانوار میں لکھا ہے

"حضرت ظل سبحانی محمد اکبر شاہ .... باعتقاد تمام مریداں فرزند رشید حضرت فخر صاحب گشتند بعضے فرزندان و متعلقان خود را نیز مرید کنانیدند"

سخاوت اکبر شاہ ثانی میں جہاں عشرت نوازی تھی وہاں سخاوت بے حد اعد غربا پرور کا کرتے تھے۔ بڑھاپے میں لیتے دیتے زیادہ تھے ایک دن حضرت سلطان جی کی زیارت کو گئے تھے وہاں سے سوار درگاہ میں پہونچے ایک درویش صورت شخص نظر پڑا اس نے بادشاہ سلامت کو دیکھتے ہی السلام علیکم کہا بکشادہ پیشانی سلام کا جواب دیا اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا انھوں نے بھی ہاتھ بڑھایا مصافحہ میں تحفہ روان جنتی کو جیب میں داخل ہوا پھر یہی آگے پیچھے ہو گئے درویش نما شخص لپٹا ہوا ہاتھ

میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے جیسا بادشاہ انگشتری باہر نکالنے کی کوشش کی بادشاہ
نے ہاتھ ڈھیلا کر دیا مگر خنجگی میں سے انگشتری آئی نہیں بلکہ خنجگی میں [illegible]
ہاتھ کھینچ لیا [illegible] حاضری و دیگر فاتحہ خوانی کے بعد قلعہ لوٹ آئے ناظر کو حکم دیا کہ ایک
ہزار روپیہ لے کر حضرت سلطان جی فوراً جاؤ اس شکل و صورت کا جو درویش ملے گا
اس کو میری جانب سے نذر کرنا ناظر حسب الحکم گیا وہ شخص رخصت ہو چکا تھا واپس
آکر بادشاہ سلامت سے عرض کیا درویش کا پتہ نہ لگا بادشاہ نے کہا معلوم ہی اس
کی قسمت میں نہ دس ہزار کی انگشتری تھی اور نہ ایک ہزار روپیہ خنجگی پر قدم آگیا تھا
تین چار روز اس کی تکلیف اٹھانی پڑی

مذہبی حالت اکبر شاہ ثانی کے زمانہ میں کامل طور سے اکثر شعائر اسلامی ختم ہو گئے تھے
مشرکانہ رسوم اور بدعات ساری جاری تھیں۔

نکاح کا طریقہ شرعی ختم ہو چکا تھا شاہ عالم کے عہد سے قلعہ میں جتنے نکاح ہوتے
تھے نہ وہاں قاضی کی ضرورت نہ نکاح خواں کی اور نہ کسی وکیل کی نہ ایجاب و قبول
کی [illegible] میں ڈال لینے کا نام ہی نکاح تھا

[illegible] سنت ختنہ [illegible] ختم ہو چکا تھا [illegible]
آئے [illegible]

[illegible] قلعہ میں آ جانے کے بعد [illegible] رسم کے مطابق [illegible]
[illegible]
[illegible] اکبر شاہ ثانی [illegible]

[illegible]

عقل سے بہادر ظفر ہیے[1] ان کی کلام فرمائشیاں کیا کچھ کم تھیں۔

قلعہ میں قرآن شریف کے بجائے دیوان حافظ کی تلاوت ہوتی تھی، اس کی غزلیں گائی جاتی تھیں اس کے اشعار پر حال آتا۔ سارے قلعہ میں سورہ لٰسین کا نام تا نزی سورہ رکھا گیا تھا کوئی نام نہیں لیتا تھا۔[2]

ہر بیگم کا کمرہ طبلہ و سارنگی و نبت عنب کا گہوارہ تھا لطف یہ ہے کہ جو قلعے میں گیا شہزادیوں اور شہزادوں کے زمرے میں داخل ہو گیا ما ماصیلیں یہاں تک کہ کبیاں بھی چند روز کے بعد شہزادیاں بن جایا کرتیں اس سے بڑھ کر یہ لطیفہ تھا کہ شہزادے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر جمع ہوتے اور رنگ برنگ کے ڈلڑے آپس میں لڑایا کرتے تھے[3]

شاہ عالم کے عہد سے تعزیہ داری کا زور تھا مرہٹوں کے تغلب و استیلا سے عشرہ کی رسوم بہت جاری و ساری تھیں

بادشاہ اور ان کے اہل خاندان میں مذہب سے اتنا لگاؤ رہ گیا تھا سالانہ جامع مسجد کے تبرکات اکبر شاہ ثانی کے لئے قلعہ لیجائے جاتے انھیں آنکھوں سے لگایا جاتا اور خدام کو انعام و اکرام مل جاتا۔

شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ شاہ عبدالغنیؒ کے صاحبزادہ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے تھے باپ اور چچا سے کم عمری میں فارغ التحصیل ہوئے جو ایک علم و فضل کا درخشندہ آفتاب و مہتاب تھا۔ قوم کی حالت بگڑی ہوئی دیکھی اصلاح کا ارادہ کیا۔ بچی اہم بدعات و خرافات کے خلاف تھی اور آپ نے حقیقی اسلامی توحید کا نقشہ پیش کیا اور مسلمانوں کی بگڑی ہوئی معاشرت کی خرابیاں دکھائیں اور ارباب حل و عقد کے اوباشانہ طور طریقوں کو آشکارا کیا

۱ ایضاً صفحہ ۹۰ ۲ تذکرہ عالم ۲۵۲ و ۲۴۰ کا حاشیہ

عوام تو عوام علماء گرد بیٹھے مگر شاہ صاحب کی عملی زندگی نے ان کے لیے کامیابی
کا راستہ کھول دیا۔ سکھوں کی چیرہ دستیاں بڑھی ہوئی تھیں اور ان کے مظالم کی کوئی حد
نہ تھی اکبر شاہ ثانی میں سکت نہ تھی جو اس سیلاب کو روک سکتے۔

شاہ صاحب نے اپنے چچا سے مظالم کی داستانیں سنی تھیں اس زمانہ میں
مولانا سید احمد بریلوی دہلی آ گئے شاہ صاحب آپ سے بیعت کی اور علماء کے مشورہ سے
مجاہدین کے لشکر کی تیاری کرنی شروع کر دی ۱۸۲۶ء میں جہاد کے لئے روانگی عمل
میں آئی۔ بیکانیر۔ مالیر کوٹلہ۔ ممدوٹ۔ بہاولپور۔ حیدر آباد سندھ۔ جان گڑھ ہوتے
ہوئے قندھار گئے۔ پھر کابل آئے درہ خیبر سے پنجاب آئے راستہ میں امیر دوست محمد
خان کے بھائی نے بیعت کی اکوڑہ پر سردار بدھ سنگھ دس ہزار فوج لئے کھڑا تھا آپ نے
اعلان نامہ دربار لاہور کے نام بھیجا بعد ازاں جنگ ہوئی سو سکھ مارے گئے ۷۲ مجاہدین
شہید ہوئے۔ غرضیکہ بہت سی جنگیں سکھوں سے متواتر ہوئیں مولانا عبدالحی نے ۱۲۲۶ھ
میں بمقام پنجتار انتقال کیا۔

سکھوں سے مقابلہ تھا ہی اتمان زئی اور درانی آڑے آئے جنگ ہیار میں
سرحدیوں کو شکست دینے کے بعد مردان پر قبضہ کر لیا یار محمد خان کے بھائی سلطان محمد
خان نے سید صاحب سے معافی مانگ لی اس کو پشاور عطا کیا مگر سلطان نے بے وفائی کی
اور آپ بالاکوٹ مع مجاہدین کے آ گئے سردار شیر سنگھ نے کثیر لشکر سے مقابلہ کیا اس
میں شاہ اسمٰعیل اور سید احمد بریلوی شہید ہوئے راجہ شیر سنگھ نے ان شہداء کو اعزاز
کے ساتھ دفن کیا۔ اس واقعہ کے بعد صرف ... غازی باقی تھے۔ شیخ ولی محمد ان گروہ
کے سردار مقرر ہوئے اور سرحد میں رہ گئے۔

باقی ذوق شاہ اکبر شاہ کا تعلق علمی اعتبار سے بہت اچھا ہونا تھا پر حیثیت تھا یہ ضرور ہے
کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی درسگاہ قائم نہ تھی نہ علماء کو پنشن قرار و وظائف دیے جاتے
پھر عبرتناک واقعہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں عہ روپیہ ماہوار
مقرر تھا جس پر انہوں نے اپنی پھبتی کسی۔ شکر رب کہ تین سو روپیہ ماہوار دیے جاتے مگر دلی
اس عہد میں خاندان شاہ ولی اللہؒ کی وجہ سے مرجع اہل علم بنا ہوا تھا حضرت شاہ
عبدالعزیزؒ حضرت شاہ عبدالقادرؒ حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے درس جاری تھے دور
دور سے طلباء علمی استفادہ حاصل کرنے آتے ان کی عمریں اختتام پر پہنچ گئی تھیں
اس عہد میں صدر الصدور کے عہدے پر مولانا فضل امام خیرآبادی ممتاز تھے اپنے
فرائض ملازمت کی ادائیگی کے بعد منتہی طلبا کو معقولات کا درس دیا کرتے۔ ایک طرف
علوم نقلیہ اور دوسری طرف علوم عقلیہ کی اشاعت عام تھی یہ ضرور ہے کہ بادشاہ
کی ناقدری سے اہل علم دلی چھوڑ چھوڑ کے لکھنؤ رام پور چلے گئے۔ مگر پھر بھی تھوڑے
بہت علمی چرچے تھے مولانا فضل امام نے دلی میں "مرقات" لکھی اور "افق المبین"
پر حاشیہ چڑھایا۔ اس کے علاوہ ان دنوں اردو شعر و شاعری کے بڑے چرچے
تھے۔ بادشاہ سلامت کو بھی کچھ اس سے دلچسپی تھی خود بھی کہہ لیا کرتے شعاع
تخلص تھا

دلی اس زمانہ میں آج کی ایسی دلی نہ تھی گو اجڑ گئی تھی بڑے بڑے صاحبان
کمال مرہٹہ گردی سے عاجز آکر دلی چھوڑ گئے تھے لیکن پھر بھی میر و سودا و درد
کے تلامذہ نے دلی کی آبرو بڑھائے رکھی۔ سید محمد میر اثر۔ حکیم قدرت اللہ قاسم۔

ے تذکرہ علمائے ہند مولوی رحیم بخش دہلوی صفحہ ۲۵۹

حضرت نصیر الدین نصیر[۱] میر نظام الدین ممنون دہلی جیسے شہر میں جنکا شاعری کا سکہ رائج تھا اکبر شاہ بادشاہ نے فخر الشعراء کا خطاب عطا کیا[۲]۔ ایسے ایسے ارباب کمال کا یہاں جمگھٹ تھا اور شاعری کا ہنگامہ گرم تھا۔ یہ غرور بے محل کی گنگا جمنی نہریں یہاں کے شعرا کو لبھا کر وہاں ہاتھ دھونے پہنچا دیتی تھیں مگر وضع دار لوگ دلی سے جانا عار سمجھتے تھے شیخ ابراہیم ذوق بھی اکبر شاہ کے عہد میں قصیدہ لے کر پہنچے ولی عہد ابو ظفر کے شاعری میں نگران بنے۔ اور قصیدہ کے صلہ میں خاقانی ہند کا خطاب عنایت ہوا

اکبر شاہ کا آخری عہد تھا اور مفتی صدر الدین خاں آزردہ مولانا فضل حق۔ مرزا غالب۔ حکیم مومن خاں مومن سے حضرات کی جوانی تھی ان حضرات کے کارنامے عہد ابو ظفر سے وابستہ ہیں

علامہ عہد مولانا فضل امام فاروقی ابن قاضی ارشد بند قاضی صدر الدین ہرگامی عطا سید عبد الواحد خیرآبادی تلمیذ رشید ملا داح الدین گوپاموی سے اخذ علوم عقلیہ نقلیہ کیا۔

"بمنصب صدر الصدوری شاہجہان آباد از سرکار انگریزی عزت و امتیاز داشت"[۳]

میر زاہد رسالہ میر زاہد ملا جلال پر حاشیے لکھے

"در علوم عقلیہ سبقت ربودہ"[۴]

یکم ذیقعدہ [redacted] کو انتقال کیا[۵]

---

۱ گل رعنا صفحہ ۱۷۱ ۲ مقدمہ ... کے چند باغی ۱۲۱۳ ۳ ایضاً ۴ تذکرہ علمائے ہند صفحہ ... ۵ ایضاً ۶ ایضاً

مولوی کرم اللہ محدث دہلوی آپ اہل ہنود سے تھے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دست حق پرست پہ داخل اسلام ہوئے اور علوم اسلامیہ کی تکمیل کی شاہ غلام علی دہلوی سے خرقہ خلافت پایا ۱۲۹۱ھ میں انتقال ہوا۔[1]

مولانا رشید الدین خاں دہلوی ارشد تلامذہ مولانا رفیع الدین دہلوی تھے ابجد العلوم میں نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں

کان فاضلا جامعا بین کثیر من العلوم الدراسیۃ[2]

مولوی رحمٰن علی تذکرہ علمائے ہند میں تحریر کرتے ہیں

"ذہن وقار و طبع نقاد و در علم کلام کمالے دا فر داشت[3] شوکت عمر یہ یادگار سے ہے ۱۲۴۹ھ میں انتقال کیا۔

مشائخ | حضرت مولانا شاہ ابو سعید متوفی ۱۲۵۰ھ۔ مولانا شاہ احمد سعید۔ مولانا شاہ عبدالغنی۔ شاہ محمد آفاق متوفی ۱۲۵۱ھ حاجی علاء الدین احمد پھلواری مولانا قطب الدین متوفی ۱۲۰۰ھ۔ حضرت شاہ غیاث الدین متوفی ۱۲۲۱ھ۔

سید شاہ صابر بخش چشتی ابن شاہ نصیر الدین ابن شاہ غلام سادات چشتی بعمر ۷۳ سال ۱۲۶۳ھ میں انتقال کیا دریا گنج میں مزار ہے

میراں شاہ نا از ابنائے شیخ جلال الدین تھانیسری حریم مسجد فتحپوری کا پیر گنڈاری ۱۲۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ جلال آپ کے سجادہ نشین تھے۔

مولانا محمد حیات پنجابی سید شاہ صابر بخش کی خانقاہ میں درس و تدریس کا مشغلہ تھا ۱۲۷۶ھ میں انتقال ہوا شاہ فدا حسین نبیرہ خواجہ یوسف ہمدانی متوفی ۱۲۹۵ھ

---

[1] تذکرۃ اللہ مولوی کرم اللہ محدث دہلوی [2] ابجد العلوم صفحہ ۹۰۰ [3] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۲۲

شاہ توکل حسین متوفی ۱۲۶۰ھ، سید عسکری مجذوب، مہر قطبی مجذوب، شاہ عبد النبی مجذوب

حکما: حکیم صادق علی خاں ابن حکیم شریف خاں سرآمد حکمائے روزگار سے تھے اکثر اطبائے نامی ان سے نسبت شاگردی کے سرمایۂ اعتبار رکھتے ہیں۔

حکیم امام الدین خاں۔ حکیم غلام حیدر خاں۔ حکیم نصر اللہ خاں۔ حکیم فتح اللہ خاں۔

حکیم پیر بخش خاں فاروقی محمد اکبر شاہ کی پیشگاہ عنایت سے حکیم دوران خاں کے خطاب سے مشرف تھے۔ حضرت صہبائی کے بھائی تھے۔

حکیم غلام حیدر خاں شاگرد حکیم شریف خاں ۱۲۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

یہ ہے اکبر شاہ ثانی کے عہد کی پوری تصویر۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے معلومات کا گنجینہ

ہندوستان کی بارہ سو سال کی اسلامی تاریخ کے معلومات جو منتشر اور پراگندہ ہیں ان میں سے کسی حصہ کو مرتب کرنے کے لئے، تاریخ، سیر و سوانح، تصوف، ملفوظات، نثر و نظم کی قلمی و مطبوعہ کتابوں کے ہزاروں صفحات پڑھنے کی ضرورت ہے پھر بھی پوری کامیابی مشکل ہے مولانا حکیم سید عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ مصنف گل رعنا و تاریخ گجرات نے پچیس سال کے انہماک و محنت سے ان معلومات کو اپنے عربی تذکرہ مشاہیر ہند کی ۷ ضخیم جلدوں میں یکجا کر دیا ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کا جس کا نام "نزہۃ الخواطر" ہے پہلا حصہ جس میں پہلی صدی ہجری سے ساتویں صدی تک کے مشاہیر و اہل فضل کے حالات ہیں، نہایت خوبصورت عربی ٹائپ میں شائع ہو گیا ہے اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے ملک اور اپنے اسلاف کی سو سالہ تاریخ سے ناواقفیت کا وہ نقص دور ہو جاتا ہے جو علمی و دینی حلقوں میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔ قیمت:- تین روپے۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ